Attribution-NonCommercial 4.0 International (CC BY-NC 4.0)
DOI No. doi.org/10.57156/bazyaft25468259

دورانِ حکومتِ سلطان عبد الحمید ثانی میں لکھے گئے اردو سفر ناموں میں ترکیہ اور ترک

ڈاکٹر آرزو چفت سرین

ایسو سی ایٹ پروفیسر، شعبۂ زبان وادبیاتِ اردو، استنبول یونیورسٹی، ترکیہ

زینب آلتین قوپری

ریسرچ اسکالر، شعبۂ زبان وادبیاتِ اردو، استنبول یونیورسٹی، ترکیہ

The Urdu Travelogues Written During theReign of Sultan Abdulhamid II About Türkiye and the Turks

Dr. Arzu Ciftsuren
Associate Professor, Istanbul University Turkiye
Zeynep Altınköprü
PhD Scholar, Istanbul University Turkiye

ABSTRACT:

The travelogues written in Urdu by travellers from the Indian subcontinent during the reign of Sultan Abdulhamid II offer valuable insights into the Ottoman Empire and Istanbul. These travelogues encompass detailed observations of the historical, cultural, social, and political aspects of Istanbul, Ottoman society, and the reign of Sultan Abdulhamid II. Commencing in the late nineteenth century, these travelogues evolved into a substantial repository for comprehending the social fabric, cultural values, and prominent figures of the era. The travellers' motivations for visiting the Ottoman lands were diverse, encompassing the fostering of coordination among Islamic countries, the opportunity to visit Istanbul, and the close study of Ottoman society. Among these figures, Nawab Omar Khan, Shibli Nomani, Molavi Abdurrahman Amritsari, Munshi Mahbub Alam, Shaikh Abdulqadir, and

Nazli Rafia are particularly noteworthy. These individuals meticulously documented their observations of Ottoman social structures, educational systems, daily life, traditions, cultural values, and significant political figures. These travelogues provide a comprehensive portrayal of Ottoman society and present both positive and negative impressions of the period. They serve as invaluable sources for studying the cultural and social structure of the period and provide essential insights into the nature of the Ottoman Empire during the reign of Sultan Abdulhamid II. The travelogues make an important contribution to our understanding of the historical and social contexts of the late Ottoman period.

Key words: Urdu travelogue, Istanbul, Türkiye, Sultan Abdulhamid II, Ottoman Empire

سفر نامے وہ تحریری متن ہیں جن میں سیاح اپنی دیکھی ہوئی جگہوں کے تاریخی، سماجی، ثقافتی اور دیگر متنوع پہلوؤں کے مشاہدات کو قلمبند کرتے ہیں۔ یہ متن محض ایک ادبی صنف تک محدود نہیں بلکہ ان میں مذکور علاقوں کی تاریخی عمارتیں، سماجی و ثقافتی نظام، معیشت، نقل و حمل کے ذرائع، سیاسی حالات، اہم مقامات، روزمرہ زندگی اور علمی سطح جیسے عناصر شامل ہونے کے باعث اپنے عہد کے لیے نہایت قیمتی تاریخی مآخذ بھی تصور کیے جاتے ہیں۔

استنبول تاریخی لحاظ سے مشرقی اور مغربی سیاحوں دونوں کے لیے دلچسپی کا مرکز رہا ہے اور متعدد سفر ناموں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ مغربی دنیا کے سیاح استنبول میں رومی سلطنت کے آثار تلاش کرتے تھے، جبکہ مسلم معاشروں کے لیے یہ شہر اس حدیثِ نبوی ﷺ کے باعث روحانی اہمیت کا حامل تھا، جس میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کے ہاتھوں اس شہر کی فتح کی خوشخبری دی تھی۔[۱]

اردو زبان میں سفر نامہ نگاری انیسویں صدی کی پہلی نصف میں شروع ہوئی۔ اردو میں لکھے گئے سفر نامے عمومی طور پر چار اقسام میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں: یورپ کے سفر نامے، حج کے سفر نامے، مشرقی ممالک کے سفر نامے اور مقامی سفر نامے۔ ابتدائی سفر نامے زیادہ تر یورپی شہروں پر مرکوز تھے۔ انیسویں صدی کے آخر میں، نواب عمر خان کے قلم سے تحریر کردہ *آئینۂ فرنگ* جو استنبول، چناق قلعہ اور ازمیر سے متعلق مشاہدات پر مشتمل تھا، منظرِ عام پر آیا۔ اس کے بعد برصغیر کی نمایاں شخصیات نے خاص طور پر استنبول پر مرکوز کئی سفر نامے تحریر کیے۔[۲]

عثمانی دور میں برصغیر کی اہم شخصیات نے اسلامی ممالک کی صورتحال کا قریب سے جائزہ لینے، اسلامی ممالک کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے اور حدیثِ شریف کے تحت استنبول کی زیارت کرنے کے مقصد سے مصر، ترکی اور شام کے سفر کیے۔ ان میں سے بعض شخصیات نے یورپی ممالک کے سفر کے دوران واپسی پر ترکی کا بھی رخ

کیا اور اپنے سفر ناموں میں یورپی ممالک کے مشاہدات کے ساتھ ترکی میں کیے گئے مشاہدات کو بھی شامل کیا، جبکہ بعض نے براہِ راست ترکی کا سفر کر کے اس پر مخصوص سفر نامے تحریر کیے۔[۳]

برصغیر کے ممتاز قانون دان، علما، صحافی اور حکومتی شخصیات عثمانی سرزمین پر آئے اور خاص طور پر استنبول کے، جسے وہ خلافت کا مرکز تصور کرتے تھے، مختلف پہلوؤں اور عثمانی معاشرے کے بارے میں تفصیلی مشاہدات قلمبند کیے۔ ان مشاہدات کے ساتھ ساتھ، انھوں نے اس دور کے حکومتی عہدیداروں، علما، مذہبی رہنماؤں اور مختلف شعبوں میں نمایاں شخصیات سے ملاقاتیں کیں اور حاصل کردہ تجربات کو اپنے سفر ناموں میں پیش کیا۔

سلطان عبدالحمید ثانی کے دور میں برصغیر سے عثمانی سرزمین پر بالترتیب نواب عمر خان، شبلی نعمانی، مولوی عبدالرحمٰن امرتسری، منشی محبوب عالم، شیخ عبدالقادر اور نازلی رفیعہ جیسے چھ سیاح آئے۔ ان سیاحوں نے اردو زبان میں تحریر کردہ اپنے سفر ناموں میں سلطنتِ عثمانیہ کے مختلف پہلوؤں پر گراں قدر معلومات فراہم کیں۔ ان سفر ناموں میں عثمانی معاشرے کے کئی پہلوؤں کو تفصیل سے بیان کیا گیا، جن میں روزمرہ زندگی، اخلاقی اقدار، تعلیمی نظام، لباس و پوشاک، کھانے پینے کی ثقافت اور تاریخی و ثقافتی مقامات شامل تھے۔ اس کے علاوہ، اس دور کے سلطان اور نمایاں سماجی شخصیات کے بارے میں بھی اہم مشاہدات پیش کیے گئے۔

سلطان عبدالحمید ثانی کے دور میں برصغیر سے عثمانی سرزمین پر آنے والے سیاحوں کو ان کے سفر کے مقاصد کے لحاظ سے تین بنیادی گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: پہلا گروہ ان سیاحوں پر مشتمل تھا جو سلطان عبدالحمید ثانی کی خارجہ پالیسی اور اسلامی اتحاد کے نظریے کے تحت اسلامی ممالک کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے اور ان ممالک کی صورتحال کا مشاہدہ کرنے کے مقصد سے مصر، ترکی اور شام جیسے اسلامی خطوں کا سفر کرتے تھے۔ اس گروہ میں خاص طور پر شبلی نعمانی اور مولوی عبدالرحمٰن امرتسری نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ شبلی نعمانی کی تصنیف سفرنامۂ روم و مصر و شام ترکی اور ترکوں پر مبنی سب سے جامع اور اولین سفر نامہ ہونے کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔[۴] شبلی نے اپنے سفر نامے میں ترکی سے متعلق حصے میں ترکوں کے اخلاقی اقدار، روایات، سماجی ڈھانچے، علمی سطح، تعلیمی ادارے اور نظام، مطبوعات، کتب خانے، استنبول کی مختصر تاریخ، مشہور مساجد، قابل دید مقامات، اور اس دور کی اہم حکومتی شخصیات کے ساتھ ہونے والی ملاقاتوں سمیت کئی دیگر موضوعات کو نہایت تفصیل سے قلمبند کیا ہے۔ ان کے بعد، مولوی عبدالرحمٰن امرتسری اپنی تصنیف سفرنامہ بلادِ اسلامیہ کے ذریعے پہلے گروہ میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ سیاح ایک مشابہ نقطہ نظر اپناتے ہوئے مصر، استنبول اور شام جیسے اسلامی مراکز کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔[۵]

سفرنامہء بلادِاسلامیہ تین بنیادی حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں، سیاح نے مصر کے موسم، قاہرہ کی عمومی حالت، تاریخی مقامات، مساجد، خانقاہیں، قہوہ خانے، حمام، عجائب گھر، آثارِ قدیمہ، مصری عوام کی ثقافت، اخلاق وعادات، لباس، تعلیمی نظام، کتب خانے، اخبارات، حکومتی معاملات اور ممتاز شخصیات کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے۔ دوسرے حصے میں، عثمانی سرزمین کے سفر سے متعلق مشاہدات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ انھوں نے ازمیر، چناق قلعہ، قسطنطنیہ (استنبول) کی حالت، استنبول کی تاریخ، مساجد، قابل دید مقامات، تاریخی عمارات، تفریحی مقامات، ترک معاشرت، روزمرہ زندگی، قیام وطعام کے طور طریقے، لباس، قہوہ خانے، کتب خانے، اخبارات، ملکی نظام اور سلطان عبدالحمید ثانی سے متعلق متعدد موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ تیسرے حصے میں، سیاح نے شام اور دیگر اسلامی خطوں کے دورے سے متعلق اپنے مشاہدات کو پیش کیا ہے۔

دوسرا گروہ ان سیاحوں پر مشتمل ہے جو یورپی ممالک کا سفر کرنے کے بعد ترکی آئے اور اپنے سفر ناموں میں ترکی کے بارے میں بھی معلومات فراہم کیں۔ اس گروہ میں سب سے اہم تصنیف نواب عمر خان کی آئینۂ فرنگ ہے، جو ترکوں سے متعلق معلومات فراہم کرنے والا پہلا اردو سفر نامہ ہونے کے ناتے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔[۶] یہ سفر نامہ ۱۸۸۳ میں سیاح کے لندن، پیرس، اٹلی، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ، ترکی اور مصر کے اسفار کے مشاہدات پر مبنی ہے۔ ۱۸۸۳ کے ان مشاہدات کو ۱۸۸۵ میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ ۱۰۹ صفحات پر مشتمل اس سفر نامے میں ترکی کے لیے مختص حصہ ۱۵ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں سفر نامہ نگار نے استنبول، چناق قلعہ اور ازمیر کے اسفار کے دوران کیے گئے مشاہدات کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔

منشی محبوب عالم دوسرے گروہ میں ذکر کیے جانے والے ایک اور اہم سفر نامہ نگار ہیں۔ برصغیر کے معروف صحافیوں میں شمار ہونے والے محبوب عالم نے اپنی تصنیف سفرنامہ یورپ (بلادِ روم و مصر و شام) میں پیرس، انگلستان اور دیگر یورپی ممالک کے علاوہ استنبول، شام اور مصر کے اسفار کو تفصیل سے قلمبند کیا ہے۔[۷] یہ سفر نامہ، یورپ کے سفر کے بعد ترکی کے بارے میں ایک جامع باب پیش کرتا ہے۔ اس حصے میں سیاح نے استنبول پر خاص طور پر توجہ مرکوز کی ہے اور مساجد، مقابر، خانقاہیں، حمام، قابل دید مقامات، تعلیمی نظام، خواتین کی تعلیم، عوام کی علمی سطح، صحافت، مطبوعات، کتب خانے، تجارتی صورتحال، نامور ادیبوں اور اہم شخصیات سے ملاقاتوں جیسے متعدد موضوعات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ، سلطان عبدالحمید ثانی کے دورِ حکومت اور

اصلاحات بھی اس سفر نامے کے اہم نکات میں شامل ہیں۔ محبوب عالم کے مشاہدات پہلے پیسہ اخبار میں قسط وار شائع کیے گئے اور بعد میں سفر نامہ یورپ کے عنوان سے کتابی شکل میں مرتب کیے گئے۔

ہندستان کے علاقے جنجیرہ کے نواب سیدی سر احمد خان کی بیوی نازلی رفیعہ سلطان کو دوسرے گروہ میں شامل کیا جا سکتا ہے، جنھوں نے اپنی تصنیف سیرِ یورپ میں یورپی شہروں کے اسفار کے مشاہدات کے علاوہ، اس دور کے استنبول کے سماجی اور ثقافتی ڈھانچے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔[۸] نازلی رفیعہ سلطان ۳۱/ اگست کو استنبول پہنچیں اور یہاں ۲۰ دن گزارنے کے بعد ۱۹ ستمبر کو شہر سے روانہ ہوئیں۔ سیرِ یورپ نامی سفر نامہ نازلی رفیعہ کے اپنے رشتہ داروں اور اہلِ خانہ کے لیے لکھے گئے خطوط سے مرتب کیا گیا ہے، جنھیں ان کی بہن زہرا بیگم نے جمع کیا۔ اس کتاب کے تقریباً ۴۰ صفحات کا حصہ استنبول اور ترکوں کے بارے میں معلومات پر مبنی ہے۔ روزنامے کی صورت میں تحریر کردہ اس سفر نامے میں استنبول کے مشاہدات، شہر کے تاریخی مقامات، قابلِ دید جگہیں، اس دور کی سماجی زندگی، روایات اور دیگر موضوعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ، اس دور کے حکومتی عہدیداروں کے ساتھ ہونے والی ملاقاتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرا گروہ ان سیاحوں پر مشتمل ہے جنہوں نے ترکی کا سفر کیا اور اپنے سفر نامے میں مکمل توجہ ترکی پر مرکوز کی۔ اس گروہ میں شیخ عبدالقادر کی تصنیف مقامِ خلافت (سفرِ استنبول کے حالات) خاص اہمیت رکھتی ہے۔[۹] اس سفر نامے میں مصنف نے استنبول پر توجہ مرکوز کی ہے اور شہر کی تاریخ، تاریخی مقامات، مشہور مساجد، تفریحی مقامات اور قابلِ دید مقامات کے ساتھ ساتھ، عثمانی معاشرت کی عمومی حالت، عثمانی تعلیمی ادارے، صحافت، سلطان عبدالحمید ثانی کا دور، اہم افراد کے ساتھ ملاقاتیں اور دیگر متعدد موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مشہور وکیل مشیر حسین قدوائی بھی اس سفر کے دوران شیخ عبدالقادر کے ساتھ تھے۔ شیخ عبدالقادر نے اپنے مشاہدات کو پہلے انگریزی میں آبزرور (*Observer*) اور اردو میں مخزن اخبار میں شائع کیا، اور بعد میں ان مشاہدات کو ایک سفر نامے کی صورت میں مرتب کیا۔

برصغیر سے عثمانی علاقوں کا سفر کرنے والے سیاحوں نے اپنے سفر ناموں میں ترکوں کی روایتی اور جدید طرزِ زندگی کے بارے میں تفصیلاً مشاہدات پیش کیے ہیں اور ترک معاشرتی اقدار، میزبانی، اور سادہ طرزِ زندگی کو سراہا ہے۔ ترکوں کی اخلاقی قدروں اور سماجی ڈھانچے پر کیے گئے مشاہدات میں ان کی میزبانی، سخاوت، انکساری، سادہ زندگی اور اخلاقی اقدار کو اکثر اجاگر کیا گیا ہے۔

شبلی نعمانی نے ترکوں کی اعلیٰ اخلاقی خصوصیات اور سخاوت کو اجاگر کرتے ہوئے یہ بتایا کہ ترکوں میں غرور اور دوسروں کو حقیر سمجھنے جیسے برے اخلاق بالکل نہیں پائے جاتے۔ مزید بر آں، انھوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ ترکوں کے درمیان، چاہے وہ امیر ہوں یا غریب، عام محنت کش ہوں یا اعلیٰ عہدے پر فائز، ہر فرد میں ایک ہی خوبصورت اخلاق اور سخاوت کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ وہ ہمیشہ دوسروں کے لیے تحمل اور مددگار رویہ رکھتے ہیں۔ شبلی نعمانی کو ترکوں کے سماجی ڈھانچے میں سب سے زیادہ پسندیدہ پہلو یہ لگا کہ وہ محض تکلف سے بچنے کے باوجود ذاتی وقار کو اہمیت دیتے ہیں۔ خاص طور پر، یہ بات ان کی توجہ کا مرکز بنی کہ حتیٰ کہ اعلیٰ طبقے کے افراد بھی سادہ زندگی گزارتے ہیں، جو ان کی نظر میں قابلِ تعریف تھا۔[۱۰]

مولوی عبدالرحمن امرتسری نے اپنی تصنیف سفر نامہ بلادِ اسلامیہ میں ترکوں کے اخلاقی اقدار اور نمایاں خصوصیات کو بیان کیا ہے، اور وہ بھی بہت سے معاملات میں شبلی نعمانی کے ہم خیال ہیں۔ امرتسری نے ترکوں کی سخاوت اور مہمان نوازی پر زور دیا اور کہا کہ ترک لوگ انتہائی مہمان نواز اور اچھے انسان ہیں۔ انھوں نے اپنے استنبول کے قیام کے دوران ترکوں کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور ان کے حسن سلوک اور مہمان نوازی کی وجہ سے مسرت کا اظہار کیا۔

ترکوں کی اخلاقی قدروں اور سماجی ڈھانچے پر اپنے مشاہدات کا اشتراک کرنے والے ایک اور سیاح محبوب عالم نے اپنی کتاب سفر نامہ یورپ میں ترک معاشرے کی خصوصیات جیسے کہ خلوص، انکساری اور مہمان نوازی پر زور دیا ہے۔ محبوب عالم نے مزید ذکر کیا کہ ترک لوگ انتہائی شائستہ اور باعزت ہوتے ہیں، وہ مہمانوں کا بڑا احترام کرتے ہیں اور اکثر اوقات اپنے ذاتی مفادات کے برخلاف بھی دوسروں کو خوش کرنے کے لیے ان کی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ترکوں کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب ان سے شکریہ کہا جاتا ہے تو وہ "استغفر اللہ" کہہ کر ایسے محسوس کرتے ہیں جیسے ان کے لیے شکریہ ادا کرنا ضروری نہیں تھا۔[۱۱]

برصغیر کی خواتین کی طرف سے اردو زبان میں لکھے گئے پہلے یورپی سفر نامے کی مصنفہ نازلہ رفعیہ سلطان نے اپنے سفر نامے سیر یورپ میں ترک خواتین کا ذکر کرتے ہوئے انہیں متواضع، محنتی، گرم جوش، ہمدرد، صاف ستھری، منظم اور باترتیب قرار دیا ہے۔[۱۲]

سفر ناموں میں عثمانی معاشرے کے لباس کے بارے میں کیے گئے مشاہدات میں ثقافتی تنوع پر زور دینا ایک اہم پہلو ہے۔ عثمانی معاشرے کے لباس میں یورپی اثرات کے محسوس ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، یہاں تک کہ

بعض علما کے لباس میں یورپی عناصر کی جھلکیاں بھی دیکھی گئی ہیں۔اس کے علاوہ، سیاحوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ عثمانی معاشرے میں لوگوں کی مذہبی شناخت ان کے ظاہری لباس سے آسانی سے نہیں پہچانی جاسکتی تھی۔ [۱۳]

مثال کے طور پر، سیاحوں نے ذکر کیا کہ عیسائی اور یہودی بھی ترکوں کی طرح سرخ فیز، تسبیح جیسے لوازمات استعمال کرتے تھے۔ مزید برآں، غیر مسلم خواتین بھی مسلم خواتین کی طرح حجاب کے مطابق لباس پہنتی تھیں۔

محبوب عالم نے عثمانی معاشرے میں ہر چادر پہننے اور نقاب کرنے والی خاتون کے مسلم نہ ہونے کی نشاندہی کی، اور کہا کہ لوگوں کے لباس سے ان کے مذہب یا قومیت کا صحیح طور پر پتہ نہیں چل سکتا۔ [۱۴]

نازلہ رفعیہ کے سفر نامے میں بھی عثمانی معاشرت کے لباس پر یورپی اثرات پر بار بار بات کی گئی ہے۔اس سفر نامے میں، سیاح نے عثمانی خواتین پر یورپی اثرات کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا کہ وہ جن خواتین سے استنبول میں ملیں، ان کی عمومی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنے لباس کے اوپر والے حصے کو اتار کر انگلینڈ کی خواتین کی طرح ٹوپیاں پہنیں۔ [۱۵]

ہندوستانی برصغیر سے عثمانی سلطنت کی سرزمین پر آنے والے سیاحوں نے ترک باورچی خانے اور خوراک کی ثقافت کے ساتھ ساتھ دستر خوان کی ترتیب اور ریسٹورنٹس کے عمل کے بارے میں بھی تفصیلی معلومات فراہم کی ہیں۔سیاحوں نے عثمانی باورچی خانے اور کھانے پینے کی عادات کے حوالے سے مشاہدہ کیا کہ یہاں مشرقی اور مغربی کھانے کی ثقافتوں کا امتزاج پایا جاتا تھا۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ روایتی دستر خوان کی ترتیب میں تبدیلی آرہی تھی اور میز و کرسیاں زیادہ استعمال ہونے لگی تھیں۔ علاوہ ازیں، عثمانی باورچی خانے میں مصالحوں کا استعمال ہندی باورچی خانے کی نسبت کم تھا، اس پر بھی بار بار زور دیا گیا۔ پھلوں کے بے نظیر ذائقے اور ان کی دستیابی کو بھی اہمیت دی گئی، خاص طور پر انگور، خربوزہ اور انجیر جیسے پھلوں کی تعریف کی گئی۔

عثمانی معاشرت میں قہوہ خانوں کی سماجی زندگی میں اہمیت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ سیاحوں نے اس بات پر زور دیا کہ یہ مقامات مقامی لوگوں سے ملنے، شہر کی صورتحال کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور مختلف سماجی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لحاظ سے بہت اہم تھے۔ سیاحوں کے مشاہدات نے یہ واضح کیا کہ قہوہ خانوں کی موجودگی اور ان کے سماجی افعال عثمانی معاشرت میں ان مقامات کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

شبلی نعمانی نے اپنی سفر کے دوران قہوہ خانوں میں کافی وقت گزارا، انھوں نے ذکر کیا کہ قسطنطنیہ اور مصر میں رہتے ہوئے وہ شام کے وقت ہمیشہ اپنے دوستوں کے ساتھ قہوہ خانوں میں جاتے تھے اور اس بات کا ذکر کیا کہ

استنبول میں قہوہ خانوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ ان قہوہ خانوں میں ہمیشہ ہر قسم کے مشروبات، چائے، قہوہ وغیرہ دستیاب ہوتے تھے اور خوبصورت بات چیت ہوتی تھی۔ [۱۶]

شبلی کے بعد امر یتسری نے بھی ترکوں سے ملنے اور شہر کی حالت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے سب سے مؤثر طریقہ یہ بتایا کہ صبح اور شام میں ہر قسم کے لوگ ایک ساتھ موجود قہوہ خانوں میں جائیں۔ سیاح نے اس بات پر زور دیا کہ یہ مقامات شہر بھر میں پھیل چکے ہیں، خاص طور پر بسفورس کے کنارے واقع قہوہ خانوں میں آنے والوں کو زیادہ خوشگوار اور صحت مند ماحول ملتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ قہوہ خانوں کے ماحول میں عموماً چائے، قہوہ، نارجیلا، اخبار، شطرنج اور بلیارڈ جیسی مختلف سہولتیں ہوتی ہیں اور ان قہوہ خانوں میں بات چیت کی ایک وسیع رینج موجود ہوتی ہے۔ ان بات چیت میں علمی، اخلاقی، تاریخی اور سیاسی موضوعات شامل ہوتے ہیں۔ تاہم، سیاح نے اس بات پر بھی توجہ دلائی کہ سیاسی بات چیت مصر کی طرح آزادانہ نہیں ہوتی۔ [۱۷]

محبوب عالم نے بھی اپنے سفر نامے میں شبلی نعمانی اور امر یتسری کی طرح استنبول کے عوام سے ملنے اور ان کی زبانوں سے آشنا ہونے کے لئے ہر قسم کے لوگوں کے ایک ساتھ موجود قہوہ خانوں میں جانا بہت مفید قرار دیا ہے۔ [۱۸]

سیاحوں نے عثمانی تعلیمی نظام کو تفصیل سے بیان کیا اور اپنے سفر ناموں میں اس دور کے موجودہ تعلیمی اداروں اور نصاب کے بارے میں جامع مشاہدات پیش کیے ہیں۔ عثمانی تعلیمی نظام میں روایتی اور جدید تعلیم کے دو مختلف ماڈلز کی موجودگی کو اجاگر کیا ہے اور دونوں تعلیمی ماڈلز کے بارے میں تشخیصات اور تنقیدیں کی ہی۔

شبلی نے عثمانی سرزمین میں روایتی اور جدید تعلیم کے دو مختلف ماڈلز ہونے کا ذکر کیا، جب کہ قدیم ماڈل تعلیم کے بارے میں بات کرتے ہوئے اس تعلیمی ماڈل کو عثمانی سلطنت کے آغاز سے جاری روایتی تعلیمی ماڈل قرار دیا، اور عثمانی سلطنت کے دوسرے سلطان، سلطان اورخان کے بارے میں لکھا کہ انہوں نے عثمانی سرزمین پر باقاعدہ طور پر پہلے مدرسہ کو ازنیک میں قائم کیا۔ سیاح نے اورخان بیگ کے بعد کے سلطانوں کی تعلیم کے لئے اہمیت دینے اور سینکڑوں مدرسے قائم کرنے پر بھی روشنی ڈالی۔ [۱۹]

شبلیی کے بعد امر یتسری نے بھی اپنے سفر نامے میں ترکوں کی تعلیمی حالت پر اہم تنقید کی۔ سیاح نے روایتی تعلیمی ماڈل کی عثمانی سلطنت کے آغاز کے ساتھ آغاز ہونے اور چھ سو سال سے مدرسوں اور مساجد میں جاری رہنے کا ذکر کیا، اور وقت کے ساتھ اس طرز کی تعلیم کے معیار میں کمی آنے اور اس دور میں اس کی بدترین حالت ہونے کا لکھا۔ [۲۰]

سیاحوں نے سلطان عبد الحمید ثانی کے تعلیم کے میدان میں کی جانے والی اصلاحات کی تعریف کی ہے۔
سلطان عبد الحمید ثانی کی تعلیم کے لیے دی جانے والی اہمیت کو اکثر سفر ناموں میں اجاگر کیا گیا ہے، جس میں تعلیمی اداروں کی تعداد میں اضافے اور طالب علموں کی تعداد کے بڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ، عثمانی تعلیمی اداروں میں سماجی توازن اور مساوات کی کوششوں کے مثبت اثرات بھی پیش کیے گئے ہیں۔

خواتین کی تعلیم، سفر ناموں میں ایک اہم موضوع رہی ہے۔ سیاحوں کے مشاہدات کے مطابق، سلطان عبد الحمید ثانی کے دور میں عثمانی خواتین میں تعلیم یافتہ افراد کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ بعض خواتین نے خواندگی کی سطح سے آگے بڑھ کر اخبارات میں مضامین لکھے اور کتابیں شائع کیں۔ امیر خاندانوں نے اپنی بیٹیوں کو یورپی لڑکیوں کی طرح تعلیم یافتہ بنانے کے لیے خصوصی اساتذہ بلوائے۔ سیاحوں نے عثمانی ریاست کی تعلیمی پالیسی کی بدولت ترک خواتین کی تعلیم میں، دوسرے اسلامی علاقوں کی خواتین کے مقابلے میں ایک برتر مقام حاصل ہونے کا ذکر کیا۔

ترکوں کی تہذیب اور ترقی میں سب سے زیادہ قابل تحسین اور تقلید کے لائق چیز عورتوں کی تعلیم اور ان کے معاشرتی رویے ہیں، شبلی نعمانی نے ترک عورتوں کے تعلیمی لحاظ سے باشعور ہونے کو اجاگر کیا، اور یہ لکھا کہ ترک خواتین نے بے شرمی، بدتمیزی، غیر ضروری آزادی، اور غیر محرم مردوں کے سامنے رقص کرنے کی تربیت نہیں حاصل کی ہے۔ شبلی نعمانی نے ترک عورتوں کی پردہ داری کا ذکر کیا، اور یہ بتایا کہ وہ جاہل اور دنیا سے بے خبر نہیں ہیں، شریف خاندانوں نے پردے کے مطابق کپڑے پہننے والی بیٹیوں کو اسکول یا باہر جانے میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔ [۲۱]

شبلی نعمانی نے یہ بھی لکھا کہ عورتوں کو گھومنے پھرنے کی عام آزادی حاصل ہے، ہر طبقے کی خواتین بازاروں، خریداری کے مقامات، تفریحی پارکوں میں جاتی ہیں، دعوتوں میں شرکت کرتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان آزادیوں کے باوجود خواتین محتاط رہنا نہیں بھولتیں، اور ہر اجلاس میں مردوں اور عورتوں کے بیٹھنے کے انتظامات علیحدہ ہوتے ہیں، اور کوئی بھی عورت، بہت ضروری حالات کے سوا، غیر محرم مردوں سے بات نہیں کرتی۔ [۲۲]

عثمانی سرزمین میں، خاص طور پر استنبول کے کتب خانوں کے حوالے سے کیے گئے مشاہدات کے مطابق، استنبول کے کتب خانوں کو عربی میں لکھے گئے اثرات کے حوالے سے دیگر اسلامی ممالک پر فوقیت دی گئی، تاہم یہ کتب خانے اتنی قدر سے نہیں دیکھے گئے اور تقریباً مکمل طور پر بے یار و مددگار چھوڑ دیے گئے تھے۔

ترکوں کے علم کے میدان میں سب سے اہم کامیابیوں پر فخر کرنے کا باعث کتب خانے ہیں، شبلی نعمانینے اپنے سفر نامے میں "کتب خانوں" کے عنوان کے تحت عثمانی کتب خانوں کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ ہندوستان، عربستان، مصر، شام، مراکش اور ایران کے کتب خانوں کے بارے میں گہری معلومات رکھنے والے سیاح نے پوری اسلامی دنیامیں استنبول کو عربی میں لکھے گئے اثرات کا سب سے جامع مرکز قرار دیا ہے۔

سفر ناموں میں استنبول کی تاریخی، جغرافیائی حیثیت، فن تعمیر، سماجی و ثقافتی ساخت اور موجودہ صورتحال کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کرنے والے سیاحوں نے شہر میں مشرق اور مغرب کے امتزاج کا بار بار ذکر کیا ہے۔ سیاحوں نے اس دور کے استنبول کی خوبصورتیوں اور خامیوں دونوں کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے آباد ہونے والے علاقوں کے درمیان تضادات پر روشنی ڈالی ہے اور ان تضادات کو عموماً اقتصادی وجوہات سے جوڑا ہے۔ مزید بر آں، شہر کے بنیادی ڈھانچے میں کمی اور صفائی کے مسائل بھی بار بار ذکر کیے گئے ہیں۔ [۲۳]

شِبلی نعمانی نے شہر کے منظر کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کے کسی شہر میں قسطنطنیہ سے زیادہ خوبصورت منظر نہیں ہے اور اس منظر سے زیادہ خوبصورت منظر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ [۲۴]

شِبلی نعمانی کے بعد امرتسری نے اپنی سفر نامے میں "قسطنطنیہ کی حالت" کے عنوان کے تحت شہر کی بنیاد، شہر کی عثمانیوں کے ہاتھوں فتح، شہر کے علاقے (استنبول اور غلطہ) جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی۔ قسطنطنیہ کی تاریخ کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے، انہوں نے کہا کہ یہ شہر 330 عیسوی میں عظیم قسطنطین کے ذریعے قائم کیا گیا تھا اور اس کے بعد کے بازنطینی دور کی تاریخ کا بھی ذکر کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ جب فاتح سلطان محمد نے شہر کو فتح کیا تو ان کی عمر 23 سال سے زیادہ نہیں تھی، یہ ایک حیرت انگیز بات تھی اور ترکوں کی شہر کو فتح کرنے میں دکھائی گئی بے مثال دلیری پر بات کی۔ اہم تاریخی معلومات دینے کے بعد انہوں نے شہر کے مختلف علاقوں کے بارے میں تفصیل سے معلومات فراہم کیں۔ اس شہر کی جغرافیائی اہمیت کی وجہ سے جو ایشیا اور یورپ دونوں براعظموں میں واقع ہے، اس کے اسٹریٹجک اہمیت پر بات کی اور اس شہر کے دو علاقے، استنبول اور غلطہ کی تفصیل بھی دی۔ [۲۵]

شیخ عبد القادر نے ذکر کیا کہ یورپ کے ہر علاقے سے لوگ استنبول میں موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یورپیوں کے علاوہ مسلمانوں کے لیے استنبول کا ایک خاص مقام اور کشش ہے۔ یہ شہر اسلامی ریاستوں کا سب سے بڑا شہر ہے اور مسلمانوں کے لیے "خلافت کا مرکز" کے طور پر جانا جاتا ہے، اس لیے مسلمان استنبول کو "خلافت کا

مقام" سمجھتے ہیں اور اس کی حالت پر بات کرنے، اس کے بارے میں خبریں لینے میں بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں۔[۲۶]

ہندوستان سے آنے والے سیاحوں نے عثمانی سرزمین میں موجود تاریخی مقامات، مساجد، خانقاہوں، حماموں، بازاروں اور دیگر اہم مقامات کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ سفرناموں میں استنبول میں موجود مساجد کی کثرت اور ان کی شان و شوکت کا ذکر کیا گیا ہے؛ آیا صوفیہ مسجد، سلطان احمد مسجد اور ایوب سلطان مسجد جیسے اہم مقامات کے بارے میں تفصیل سے معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ خاص طور پر مساجد کی فن تعمیر اور ان کی بڑی خصوصیات پر کیے جانے والے تبصرے نے یہ ظاہر کیا ہے کہ استنبول اس لحاظ سے ایک منفرد شہر ہے۔

شبلی نے اپنے سفرنامے میں استنبول میں مساجد کی کثرت اور شان و شوکت کی بنا پر اس شہر کو بے مثال قرار دیا، اور اس بات کی نشاندہی کی کہ فاتح سلطان محمد کے دور سے لے کر چند ایک سلاطین کو چھوڑ کر تمام عثمانی سلاطین نے شاندار مساجد تعمیر کرائیں۔ استنبول میں موجود مساجد میں فاتح مسجد، سلیمانیہ مسجد، بایزید مسجد، والدہ سلطان مسجد، سلطان احمد مسجد اور آیا صوفیہ مسجد کو عظیم قرار دیا ہے، اور ان میں سے آیا صوفیہ مسجد کو سب سے زیادہ شان و زیبائش اور خوبصورتی والی مسجد قرار دیا ہے۔[۲۷]

ایوب سلطان محلے کا دورہ کرنے والے سیاح امر یتسری نے ابو ایوب الانصاری کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات، اس شخصیت کے قسطنطنیہ کے محاصرے میں فوج میں شامل ہونے، محاصرے کے دوران بیمار ہو کر ہجری 51 یا 52 میں وفات پا کر قسطنطنیہ کے قریب دفن ہونے کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ فاتح سلطان محمد نے ایک کامل ولی کی رہنمائی میں اس شخصیت کے دفن کی جگہ کا تعین کیا اور وہاں مقبرہ تعمیر کرایا اور حضرت ایوب کے مقبرے کی تعمیر والے محلے کو "ایوب سلطان" کے نام سے جانا جانے کا ذکر کیا۔[۲۸]

سفرنامے میں عثمانی سرزمینوں میں مساجد کے بارے میں معلومات دینے والے دوسرے سیاح محبوب عالم نے عثمانی سرزمینوں میں تبدیل شدہ گرجاگھروں سے متعلق مساجد کے علاوہ، ترک سلطانوں کی مساجد بنانے کی خواہشات کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ استنبول میں تخت پر بیٹھنے والے نئے سلطانوں کے لئے اپنے نام سے عظیم اور شان دار مساجد بنوانا ایک روایت بن چکا تھا۔[۲۹]

حضرت ایوب سلطان کی مسجد کے بارے میں معلومات شیخ عبدالقادر کے سفرناموں میں بھی ملتی ہیں۔ دوسرے سیاحوں کی طرح، جنہوں نے کہا تھا کہ قسطنطنیہ کے محاصرے کے دوران بیمار ہو کر وفات پانے والے ایوب

الانصاری کے دفن ہونے کی جگہ قسطنطنیہ کے فتح ہونے تک معلوم نہیں تھی، اس شخصیت کے شہر سے باہر دفن ہونے کا عام تصور تھا۔ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ فتح کے بعد، شہر میں فاتح سلطان محمد کے استاد اکشمس الدین نے حضرت ایوب کیقبر کے مقام کو اپنے خواب میں دیکھا اور سلطان کو بتایا، جس پر سلطان نے وہاں مقبرہ اور مسجد تعمیر کرائی۔ سیاح نے اس مسجد کا مقام شہر سے دور ہونے کے باوجود استنبول کی سب سے زیادہ بھیڑ والی اور مشہور مساجد میں شمار کیا ہے اور اسے دیکھنے کے لائق سب سے اہم مسجد قرار دیا ہے۔ انہوں نے لکھا کہ ہر طبقے کی عورتیں اور مرد یہاں آکر عبادت کرتے ہیں اور یہ جگہ ایک مقدس مقام کے طور پر جانی جاتی ہے۔ [۳۰]

سیاحوں نے اپنے سفر ناموں میں استنبول کے قابلِ دید مقامات اور تفریحی علاقے کے بارے میں تفصیل سے مشاہدات پیش کیے ہیں، ان میں استنبول کے بوسفورس کے کنارے پر آباد علاقوں، جزائر جیسے قدرتی خوبصورتی سے بھرپور علاقوں اور ات میدان جیسے تاریخی اہمیت کے حامل مقامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ تفریحی مقامات میں کاغذ خانہ، کوکسو اور خونکار صویی کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے، جو عثمانی عوام میں بڑی دلچسپی کا باعث تھے۔ سیاحوں نے ان تفریحی مقامات کی خوبصورتی کے علاوہ اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ یہ مقامات ترک معاشرت کے ان پہلوؤں کا مشاہدہ کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں جو دیگر جگہوں پر نہیں دیکھے جاسکتے، اور اسی وجہ سے انہیں یورپی لوگوں نے بھی بڑی دلچسپی سے دیکھا ہے۔

سیاح محبوب عالم نے بھی اپنے سفر نامے میں قابلِ دید مقامات کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ سیاح نے استنبول کے قابلِ دید مقامات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلا، وہ مقامات ہیں جو تاریخی لحاظ سے سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، ان میں مساجد، یدی کولہ، ات میدان اور دیگر شامل ہیں۔ دوسرا، وہ مقامات ہیں جو تفریحی مقامات کے طور پر دیکھے جاتے ہیں؛ بوسفورس کے کنارے یا جزائر جیسے مقامات اس زمرے میں آتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تعطیلات کے دنوں میں خواتین اور مرد ان مقامات پر وقت گزارنے، منظر کا لطف اٹھانے اور تازہ ہوا لینے کے لیے جاتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان مقامات پر خوبصورت چشمے، سبز علاقے، پھولوں کے باغات اور سایہ دار جگہیں ہیں، اور ان مقامات میں کاغذ خانہ، چاملوجہ، چرپچی ویلی افندی چَیر ی، کوکسو، کوچک سو، فینر باغچہ، فندق صویی، چرچر صویی، بوسفورس، بُیوکادہ اور کِنَلی آدہ جیسے مقامات کا ذکر کیا ہے۔ [۳۱]

شیخ عبدالقادر نے کہا ہے کہ استنبول کی سب سے اہم خصوصیات میں سے ایک خشکی اور سمندر کا آپس میں جڑنا ہے۔ استنبول کے بوسفورس کی خوبصورتی کے بارے میں بہت سے سیاحوں کا یہ کہنا ہے کہ دنیا کے کسی اور مقام پر اس منظر سے زیادہ خوبصورت منظر تلاش کرنا مشکل ہے۔ [۳۲]

سیاحوں نے عثمانی سرزمین پر موجود تکّوں کا بھی دورہ کیا اور اپنے مشاہدات کو اپنے سفر ناموں میں منتقل کیا ہے۔ سیاحوں کا کہنا ہے کہ تکّوں میں ترک قوم کی سخاوت اور مہمان نوازی کی عکاسی ہوتی ہے، تاہم تکّوں کی کارکردگی کے بارے میں تنقیدی رائے بھی پیش کی گئی ہے۔ خاص طور پر بعض تکّے اپنے مقصد سے ہٹ کر بھیک مانگنے کی پناہ گاہوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ ہندوستانی تکّے کی خراب حالت کا ذکر بھی بار بار کیا گیا ہے، اور سیاحوں نے اس بات کی نشاندہی کی کہ تکّوں کے شیخ اپنی خدمت کی بجائے اپنی ذاتی فلاح کو ترجیح دیتے ہیں، اور بعض تکّے بے حد خراب حالت میں ہیں۔

شبلی نعمانی نے اس بات پر توجہ دلائی کہ عثمانی سرزمینوں میں ترکوں کی سخاوت کی ایک نشانی کے طور پر کئی تکّے موجود ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ بڑے شہروں میں مختلف ممالک اور مختلف صوفی جماعتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ تکّے قائم تھے۔ سیاحوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ مہمان اپنے متعلقہ ملک یا فرقے کے مطابق ان تکّوں میں آ کر یہاں بغیر کسی رکاوٹ کے جتنی دیر چاہیں رہ سکتے تھے، اور یہاں انہیں مفت کھانا اور چائے کی سہولت فراہم کی جاتی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ یہ تکّے علاقے کے مالدار افراد اور حکام کی جانب سے قائم کیے گئے تھے، اور ہر تکّے کا ایک شیخ ہوتا تھا، جس کے تحت تکّے کی انتظامیہ اور تمام ذمہ داریاں ہوتی تھیں۔ شیبلی نعمانی نے بتایا کہ انہوں نے کئی تکّوں کا دورہ کیا اور ان میں سے کچھ کی عمارتوں کو خوبصورت اور وہاں پیش کیے جانے والے کھانوں کو بہتر اور کافی قرار دیا۔ اس کے علاوہ، شیبلی نعمانی نے بعض تکّوں کے بارے میں یہ تنقید کی کہ وہ اپنے مقاصد سے ہٹ کر مفت کی زندگی گزارنے اور بھیک مانگنے کی جگہوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ [۳۳]

سلطان عبدالحمید ثانی اور ان کے دور کا تفصیل سے تجزیہ ہندستانی سیاحوں نے کیا اور ان کے سفر ناموں میں اس پر بار بار بات کی گئی۔ سیاحوں نے سلطان عبدالحمید کو عموماً "سلطان المعظم" کے خطاب سے یاد کیا۔ ان سفر ناموں میں سلطان کی حکمرانی کے انداز، اصلاحات اور شخصیت پر گہرائی سے تجزیے کیے گئے۔ سیاحوں نے اس بات پر زور دیا کہ سلطان عبدالحمید کے تخت پر بیٹھنے کے دوران عثمانی سلطنت کو درپیش داخلی اور خارجی مشکلات کے باوجود، وہ ریاست کو دوبارہ منظم کرنے اور مضبوط بنانے کے لیے پرعزم تھے اور ان کی قیادت کی صلاحیتوں کا ذکر کیا۔ خاص طور پر، سلطان عبدالحمید کی اصلاحات اور ان کے دور میں ہونے والی ترقیوں پر تبصرے کرتے ہوئے، انہوں نے سلطان کی ریاست کو جدید بنانے کی کوششوں، تعلیم میں ہونے والی پیشرفت اور عوام کی فلاح کے لیے کیے گئے اقدامات پر توجہ مرکوز کی۔

شیخ عبدالقادر نے سلطنتِ عثمانیہ کے جدید سائنسی علوم سے آگاہ نہ ہونے کے باوجود سلطان عبدالحمید ثانی

کے ملک میں تعلیم کو پھیلانے اور ہر سال ریاستی خزانے سے تعلیم کے لیے اہم بجٹ مختص کرنے کو ایک قابلِ تحسین کامیابی قرار دیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر اس کے برعکس کوئی بات کہی جائے تو یہ سلطان کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ تعلیم کے میدان میں کی جانے والی کوششوں کے نتیجے میں سلطان عبد الحمید کے دور میں پچھلے ادوار کے مقابلے میں نمایاں ترقی ہوئی اور ہزاروں افراد کو ریاستی امور میں کام کرنے کے قابل تربیت دی گئی۔[۳۴]

سیاحوں نے بتایا کہ سلطان عبد الحمید ثانی کی اصلاحات نے عثمانی سلطنت کے داخلی نظام میں قابلِ ذکر بہتری لائی۔ انہوں نے بتایا کہ سلطان کی اصلاحات صرف فوج تک محدود نہیں تھیں، بلکہ اس دور میں تعلیم کے شعبے میں بھی ایسی اصلاحات کی گئیں جو پچھلے ادوار میں نظر نہیں آئیں۔ علاوہ ازیں، سلطان کی عوامی فلاح کے لیے کی جانے والی سخاوت پر بھی اکثر توجہ دلائی گئی۔

سلطان عبد الحمید ثانی کی کفایت شعاری اور ریاست کے مالی حالات کو مستحکم بنانے کے لیے کی جانے والی کوششوں کو سیاحوں نے سراہا۔ سیاحوں نے کہا کہ سلطان عبد الحمید کے دور میں، پچھلے ادوار کے مقابلے میں زیادہ بچت کے اصول اپنائے گئے تھے۔ اس دور میں ریاستی اخراجات کو زیادہ محتاط طریقے سے منظم کیا گیا اور مالی وسائل کو موثر طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کی گئی۔ سیاحوں کے مشاہدات میں، سلطان عبد الحمید کی پالیسیوں اور عوام کی فلاح کے لیے کی جانے والی کوششوں کو عمومی طور پر مثبت انداز میں بیان کیا گیا ہے، تاہم ان کے حکومتی طرزِ عمل پر بعض اہم تنقیدیں بھی سامنے آئی ہیں۔

یقیناً، سیاحوں کی تحریروں میں مختلف زاویوں سے تجزیہ کیا گیا سلطان عبد الحمید اور ان کے دور کے متعلق مواد ہندوستان بر صغیر سے عثمانی سرزمین پر آنے والے سیاحوں کے عثمانی بادشاہ اور ان کی حکومتی پالیسیوں کے بارے میں نظریات کو سمجھنے میں اہمیت رکھتا ہے۔

سیاحوں نے اپنے سفر ناموں میں میں دور کے اہم ریاستی عہدیداروں، مذہبی پیشواؤں، ادیبوں، صحافیوں اور مختلف شعبوں میں نمایاں شخصیات کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ یہ شخصیات عثمانی سلطنت کے سماجی، ثقافتی اور سیاسی ڈھانچے کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ سفر نامے خاص طور پر ریاستی عہدیداروں جیسے کہ غازی عثمان پاشا، تحسین پاشا، غازی ادھم پاشا، توفیق پاشا اور عباس حلمی پاشا، مذہبی پیشواؤں میں شیخ شیخ ابوالہدیٰ، ادیبوں میں احمد مدحت افندی اور دیگر اہم شخصیات کے بارے میں فراہم کردہ معلومات کے لحاظ سے اہمیت رکھتے ہیں۔[۳۵]

نتیجہ

نتیجتاً، ہندوستانی برصغیر سے آنے والے سیاحوں کے اردو زبان میں تحریر کردہ سفرنامے، سلطان عبدالحمید ثانی کی حکمرانی اور عثمانی معاشرت کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں جامع اور کثیر الجہتی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ یہ سفرنامے اُس دور کے سماجی، ثقافتی، تعلیمی اور معاشرتی ڈھانچے کو سمجھنے میں ایک اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ساتھ ہی سیاحوں کے عثمانی سلطنت اور سلطان عبدالحمید ثانی کے حوالے سے نقطہ نظر کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ سیاحوں کے مشاہدات، مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کے ساتھ، ہمیں سلطان عبدالحمید ثانی کے دور اور اُس دور کی معاشرتی حقیقتوں کا گہرا تجزیہ کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

حوالہ جات:

1- Arzu Çiftsüren, *Hindistanlı Kadın Seyyahlar Gözüyle İstanbul (Osmanlı Dönemi)*, Demavend Yayınları, İstanbul 2023. p. 4.

2- Zeynep Altınköprü, "II. Abdülhamid Dönemi Urdu Dili ile Yazılan Seyahatnamelerde Türkiye ve Türkler", *Unpublished Master's Thesis*, İstanbul 2024, p. 2.

3- Arzu Çiftsüren, "Urdu Dili ile Yazılan Türkiye Seyahatnameleri Bibliyografyası", *Sosyal Bilimler Araştırmaları Dergisi*, Vol. XV, Issue 2, 2020, p. 560-1.

4- شبلی نعمانی، سفرنامۂ روم و مصر و شام (دہلی: قومی پریس، ۱۸۹۴)

5- مولوی عبدالرحمن امرتسری، سفرنامۂ بلاد اسلامیہ (لاہور: مفید عام پریس، ۱۹۰۵)

6- نواب عمر خان، سفرنامۂ آئینۂ فرنگ (لکھنو: مطبع منشی نول کشور، ۱۸۸۵)

7- منشی محبوب عالم، سفرنامۂ یورپ (بلاد روم و مصر و شام)، لاہور ۱۹۰۸

8- نازلی رفیعہ سلطان، سیر یورپ، یونین اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۰۸

9- شیخ عبدالقادر، مقام خلافت (سفر استنبول کے حالات)، مخزن پریس، دہلی ۱۹۰۶)

10- شبلی نعمانی، سفرنامۂ روم و مصر و شام، ص ۷۵۔

11- منشی محبوب عالم، سفرنامۂ یورپ، ص ۲۶۴۔

12- Arzu Çiftsüren, *Hindistanlı Kadın Seyyahlar Gözüyle İstanbul (Osmanlı Dönemi)*, p.18-19.

13- شبلی نعمانی، سفر نامۂ روم و مصر و شام، ص۲۹۔

14- منشی محبوب عالم، ۶۴۱۔

15- نازلی رفیعہ سلطان، ص۲۷۸۔

16- شبلی نعمانی، ۲۷۔

17- مولوی عبدالرحمن امرتسری، ۱۷۶۔

18- Zeynep Altınköprü, 216

19- شبلی نعمانی، ۳۱۔

20- مولوی عبدالرحمن امرتسری، ۱۷۸۔

21- شبلی نعمانی، ۶۷۔

22- شبلی نعمانی، ۶۷۔

23- Zeynep Altınköprü, 217

24- شبلی نعمانی، ۲۶۔

25- مولوی عبدالرحمن امرتسری، ۱۳۷-۱۳۶۔

26- شیخ عبدالقادر ۵-۴۔

27- شبلی نعمانی، ۶۰-۵۹۔

28- مولوی عبدالرحمن امرتسری، ۱۵۹۔

29- منشی محبوب عالم، ۶۷۱-۶۷۰۔

30- شیخ عبدالقادر، ۸۷۔

31- منشی محبوب عالم، ۶۸۸۔

32- شیخ عبدالقادر، ۹۹۔

33- شبلی نعمانی، ۵۹-۵۸۔

34- شیخ عبدالقادر، ۱۸۶۔

35- Zeynep Altınköprü, 219